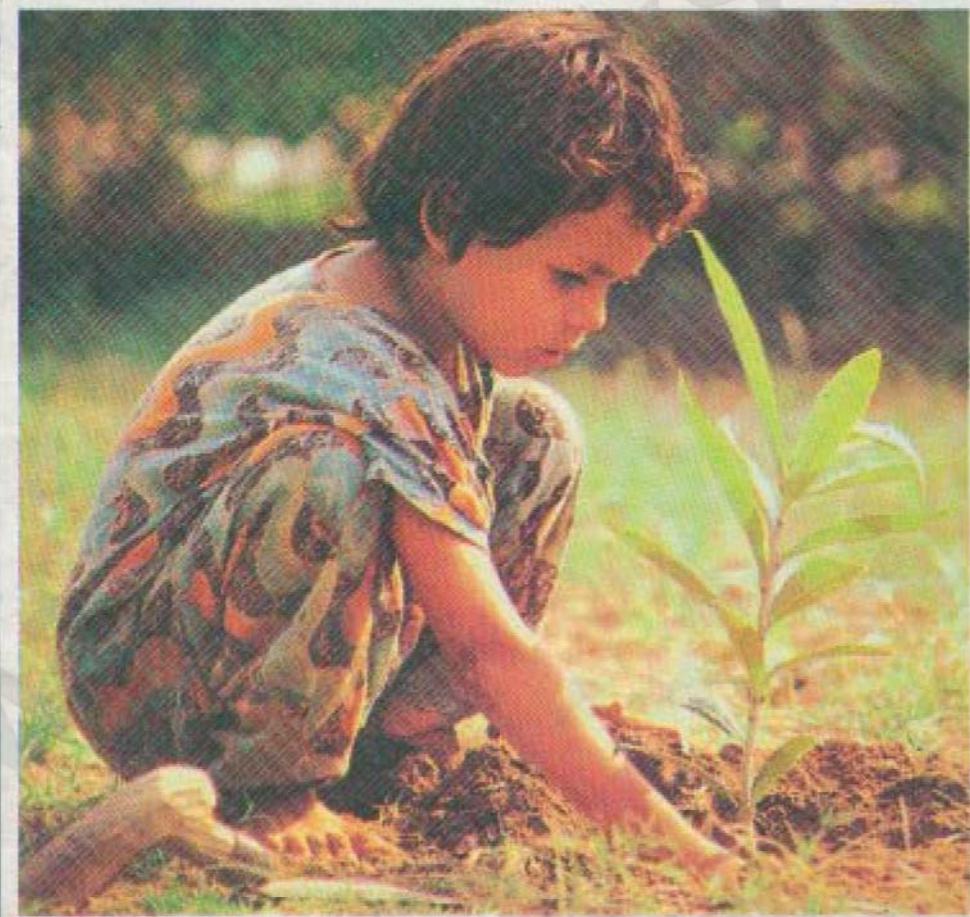


دنیا کو تباہی سے کیسے بچانا چاہیتے

ترجمہ: مسعود اشر

مصنف: روبرٹ ایلن



دنیا

کوتباہی سے کیسے بچانا چاہیے

مصنف: روبرٹ ایلن

ترجمہ: مسعود اشعر

مشعل

آر-بی ۵، سینڈ فلور، عوامی کمپلکس

عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

فہرست

صفحہ نمبر	مضمایں	نمبر شمار
۲	فہرست	-۱
۳	پیش لفظ	-۲
۵	دیباچہ	-۳
۷	آج دنیا کو تحفظ کی کیوں ضرورت ہے؟ اور اسے تحفظ کیسے فراہم کیا جاسکتا ہے؟	باب نمبر ۱
۲۲	خوراک کی فراہمی	باب نمبر ۲
۳۲	جنگلات - حافظہ کا تحفظ	باب نمبر ۳
۵۷	کرۂ بحر پر لئے کا طریقہ	باب نمبر ۴
۷۶	جانوروں کے ساتھ بھائی چارہ	باب نمبر ۵
۱۰۲	نظم و ضبط کی ضرورت	باب نمبر ۶
۱۲۳	حکمت عملی پر عملدرآمد	باب نمبر ۷

پیش لفظ

دنیا کو تباہی سے بچانے کی حکمت عملی جو اس کتاب کی اساس ہے، عناصر فطرت کے تحفظ و بقا کے میدان میں کی جانے والی پیش قدیمیوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ پہلی بار دنیا بھر کی سرکاری اور غیر سرکاری تنظیموں اور ماہرین ”بقائے عالم“ کی بین الاقوامی دستاویز تیار کرنے کے لیے سر جوڑ کر بیٹھے اور پہلی بارہی واضح طور پر یہ حقیقت بھی سامنے آئی کہ کرۂ ارض کا تحفظ حکومتوں، صنعت و تجارت، مقنظم لیبر اور مختلف پیشوں کے ترقیاتی مقاصد کے لیے کس طرح کارآمد ثابت ہو سکتا ہے۔ پہلی بارہی نظریہ بھی پیش کیا گیا کہ ترقی کے منصوبے کرۂ ارض کے تحفظ کی راہ میں رکاوٹ بننے کی بجائے اس کے لیے اہم و سیلہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

لیکن اس سے بھی زیادہ اہم بات یہ ہے کہ یہ حکمت عملی انسانی رو یہ میں تبدیلی کی غمازی کرتی ہے۔ 1950ء اور 1960ء کی دہائیوں میں رائج انسان کے یہ پ्रاعتماد دعوے کہ وہ اپنے مسائل کا حل تلاش کر لے گا، ایک نئی قسم کی عاجزی اور انگساری میں بدل گئے ہیں۔ یہ عاجزی اس احساس نے پیدا کی ہے کہ بنی نوع انسان کی جیرت انگیز کارروائیاں بھی کرۂ ارض اور اس پر موجود نہاتات اور جانداروں کو نہیں بجا سکتیں۔ تحفظ کی حکمت عملی اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ عناصر فطرت کے ساتھ ہم آہنگ رہ کرہی انسان اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ کرۂ ارض کا تحفظ ہی انسانی ترقی کی اصل قوت محکم ہے۔ ہمیں تعلیم کر لینا چاہیے کہ ہم فطرت کا ایک حصہ اور ایک جزو ہیں چنانچہ ہمارے تمام اعمال و افعال اس حقیقت کے تابع ہونا چاہیں۔ اس بنیاد پر ہی ہم اپنے کرۂ ارض کے حفاظان صحت کے نہایت نازک نظام کا تحفظ کر سکتے ہیں اور صرف اسی طرح بنی نوع انسان ترقی کی شاہراہ پر گام زدن ہو سکتا ہے۔

سرپیٹر اسکاث
چیزیں ورلڈ وائلڈ لائف فنڈ

MashalBooks.com

دیباچہ

1980ء میں عناصر فطرت اور قدرتی وسائل کی میں الاقوامی انجمن (آئی یوی این) IUCN اور اقوام متحده کے ماحولیاتی پروگرام (یا ان ای پی نیپ) UNEP اور رولڈ والکلڈ لائف فنڈ نے صاحب اختیار افراد کے لیے بقاء عالم کی حکمت عملی ایک مجموعے کی صورت میں شائع کی تھی۔ زیر نظر کتاب جو عام قاری کے نقطہ نظر سے لکھی گئی ہے اس مجموعے میں فراہم کردہ معلومات پر بنی ہے لیکن اپنے اسلوب کے لحاظ سے اس سے مختلف ہے اور کرۂ ارض اور اس کے وسائل کے تحفظ کی اہمیت اور اس سلسلے میں کئے جانے والے کاموں کی ترجیحات پر زیادہ تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالتی ہے۔

یہ تصور نیا نہیں ہے کہ وسائل حیات کا تحفظ کیا جائے اور ان وسائل کو اس طرح استعمال میں لا جائے کہ نباتات اور حیوان محفوظ رہیں اور نسل انسانوں کے کام آتے رہیں، لیکن بقاء عالم جنگ ابھی جاری ہے۔ ”کرۂ ارض کو بتاہی سے بجائے“ کی یہ جنگ بہت سرت رفتہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی معاشی اور معاشرتی تنگ و دو میں اس مسئلے کو فوری حیثیت دی جاتی رہی ہے۔ بقاء عالم کی حکمت ظاہر کرتی ہے کہ ترقی یعنی انسانی ضروریات کی تکمیل اور حیات انسانی کا معیار باند کرنے کا انحصار فطرت کے تحفظ پر ہے اور فطرت کا تحفظ انسانی ترقی پر منحصر ہے۔ اس حکمت عملی کا مقصد زندہ وسائل کے تحفظ کے ذریعہ مسلسل ترقی کی رفتار برقرار رکھنے میں مدد دیتا ہے۔

ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری اداروں اور ماہروں نے اس حکمت عملی کی تیاری میں حصہ لیا ہے۔ ساڑھے چار سو سرکاری ایجنسیوں اور ایک سو سے زیادہ ملکوں کے ماحولیاتی اداروں سے رائے لی گئی اور ان کی ترجیحات معلوم کی گئیں۔ ماحولیات، جانداروں کے تحفظ، محفوظ علاقوں، ماحولیاتی منصوبہ بندی اور

پالیسی سازی اور تعلیم سے متعلق سات سو سائنس دانوں ماہروں اور ایسی این کے ارکان کو اس حکمت عملی کے ابتدائی مسودے بھیجے گئے اور ان کی رائے اور مشورے حاصل کئے گئے۔

بقایے عالم کی یہ حکمت عملی آئی یوسی این نے دوسرے اداروں کی مدد سے تیار کی اور اس کے لیے مالی امداد فراہم کی۔ اس حکمت عملی کا قطعی مسودہ اقوام متحده کے ادارہ خوارک وزرائعت اور یونیکو کے علاوہ یو این ایسی اور ولڈ وائلڈ لائف فنڈ کو بھیجا گیا جس پر انہوں نے نظر ثانی کی۔ اگرچہ یہ کتاب اس حکمت عملی کی غیر سرکاری شکل ہے لیکن اسے حکمت عملی کی طرح مندرجہ اداروں کی تائید و حمایت حاصل ہے۔

ڈیوڈ اے منرو
ڈائریکٹر جزء آئی یوسی این

آج دنیا کو تحفظ کی کیوں ضرورت ہے؟ اور اسے تحفظ کیسے فراہم کیا جا سکتا ہے؟

تحفظ یا بتا، ہی؟

جہاں تک ہم جانتے ہیں کائنات میں زمین ہی ایک ایسی جگہ ہے جو انسانی حیات کو نہوا اور تو اتنا تی فراہم کرتی ہے۔ لیکن انسان کی اپنی سرگرمیاں اس کو بذریعہ انسان کے رہنے کے لیے ناقابل بناتی جا رہی ہیں۔ دنیا کی چوتھائی آبادی کی طرف سے عالمی وسائل کا دو تہائی حصہ استعمال کر لینے اور نصف آبادی کی جانب سے دو وقت کی روٹی حاصل کرنے کی جدوجہدان وسائل کو تباہ کر رہی ہے جن سے انسان زندہ اور خوش حال رہ سکتا ہے۔ ہر جگہ زرخیز اور قابل کاشت اراضی پر تعمیرات کی جا رہی ہیں یا زمین کی زرخیز سمندر میں بھائی جا رہی ہے۔ بار بار نی زندگی پانے والے وسائل کو اس طرح استعمال کیا جا رہا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لیے مردہ ہو جائیں اور آسودگی اس حساب سے پھیلائی جا رہی ہے جیسے چلتی میں میں کوئی اوزار پھیک کر اسے توڑ دیا جائے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جیسے جیسے دنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کی طرف قدرتی وسائل پر بوجھ بوجھ رہا ہے کہ ارض میں بنی نوع انسان کو نہوا اور تو اتنا تی بخششے کی صلاحیت کم ہو رہی ہے۔

ناپید ہوتا کرہ

ہمایہ کی وادیوں سے زرخیز مٹی اس حساب سے بہہ کر نیچے جا رہی ہے کہ غلیظ بنگال میں ایک نیا جزیرہ پیدا ہو رہا ہے۔ زرخیز مٹی کا جزیرہ۔ اگر اسے سوچ سمجھ کر کام میں

لایا جائے تو وہاں اب بھی کاشت کاری ہو سکتی ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں بھی زمین کا کٹاؤ اور بہاؤ بہت زیاد ہے۔ مثال کے طور پر اس صدی میں جہاں آیودا (امریکہ کی زمین) کاشت کی گئی وہاں اس زمین کی بالائی سطح کا نصف حصہ تباہ ہو گیا ہے۔

اگر زمین کی زرخیزی ختم ہونے کی بھی شرح برقرار رہی تو صرف میں سال میں دنیا کی قابل کاشت اراضی کا ایک تہائی حصہ غائب ہو جائے گا۔ ریگستان ہر سال سامنہ ہزار کلومیٹر (بلجیم کے رقبے سے دو گنا) کے حساب سے پھیل رہے ہیں۔ کینیڈا سے دو گنا بڑا رقمہ یعنی دو کروڑ مربع کلومیٹر علاقہ ریگستان میں تبدیل ہونے کے قریب ہے۔

جنگلوں کی کثائی اور اراضی کی غلط دیکھ بھال کی وجہ سے ہماری زمین کی سطح زرخیز مٹی کے ایک بہت بڑے حصے سے محروم ہوتی جا رہی ہے۔ اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جاسکتا ہے کہ زرخیز مٹی بہت جانے کی شرح کو لمبیا میں چالیس کروڑ ٹن، ایک ٹوپیا میں ایک ارب ٹن، اور ہندوستان میں چھار برابر سالانہ ہے۔ امریکہ میں بھی جہاں تحفظ اراضی کا نظام دنیا بھر میں سب سے زیادہ وسیع اور کامیاب ہے، زرخیز مٹی کی تہائی تباہ ہو سکتی ہے کہ اس ملک میں خوراک پیدا کرنے کی استعداد دس سے پندرہ فیصد بلکہ بعض مقامات پر 35 فیصد تک کم ہو چکی ہے۔

ایشیں اور سینٹر رہی سبھی زرخیز اراضی کو کھارہ ہے۔ امریکہ اور کینیڈا میں ہر سال 4 ہزار مربع کلومیٹر زرخیز اراضی اور زیر کاشت رقبہ پر سڑکیں اور عمارتیں وغیرہ بن رہی ہیں۔ پاکستان میں اس کا ابھی صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکا لیکن جس تیزی کے ساتھ شہروں، قصبوں اور گاؤں میں رہائشی کالونیاں بن رہی ہیں ان سے تغییر لگایا جاسکتا ہے کہ سونا الگتی زمینوں کو کس بیداری کے ساتھ ابھیوں اور سینٹر کے پہاڑوں میں دفن کیا جا رہا ہے۔

ترقی پذیر ملکوں میں دنیبی عوام غربت و افلas کے باعث خودا پنی بقا کا سامان تباہ کرنے پر مجبور ہیں۔ اپنے گاؤں کے ارگردد دور دور تک اگی جھاڑیاں اور درخت کاٹے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ جانوروں کا گوبر اور پودوں کی جڑیں بھی نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ ان علاقوں میں روئیدگی ہی ختم ہو رہی ہے۔ زمین کی زرخیز برقرار رکھنے اور اراضی کو مزید بار آور بنانے کے لیے جانوروں کے گوبر اور کٹی ہوئی فضلوں کی جڑوں وغیرہ کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن دیہات کے عوام چالیس کروڑ ٹن سالانہ گوبر اور جڑیں وغیرہ

چو ہے میں جھونک دیتے ہیں۔

گیمیا میں ایندھن کی اتنی قلت ہو گئی ہے کہ جلانے کی لکڑی جنگل سے جمع کرنے کے روزانہ تین سو ساٹھ عورتوں کی محنت کے برابر وقت صرف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے بازار میں جو ایندھن ملتا ہے وہ عام آدمی کی قوت خرید سے باہر ہے۔ جزوی کو ریا کے بالائی علاقوں میں کھانا پکانے اور گھر کو گرم رکھنے کے لیے ہر خاندان کے بجٹ کا پندرہ فیصد خرچ ہوتا ہے۔ جبکہ لاطینی امریکہ کے بہت سے علاقوں اور ساحلی افریقہ میں یہ خرچ 25 فیصد تک ہے۔ اس گرانی کی وجہ سے بہت سے خاندان اس کے بغیر ہی گزارہ کرتے ہیں۔

اراضی اور جنگلوں کا تحفظ نہ ہونے کی وجہ سے ضروریات زندگی اور تو انائی بہت گراں ہوتی جا رہی ہے۔ ساری دنیا بالخصوص ترقی پذیر ملکوں میں جنگلوں کی کثائقی اور اراضی کی نامناسب دیکھ بھال نے پانی کے ذخائر اور پانی سے بجلی پیدا کرنے کے وسائل کی زندگی آڈھی کر دی ہے۔ بندرگاہوں اور ساحلوں کے ساتھ جمع ہو جانے والی مٹی صاف کرنے اور نکالنے پر بڑے پیمانے پر رقم خرچ کرنا پڑتی ہے۔ سیالاب بھری ہوئی آبادیاں تباہ کر رہے ہیں۔ ہندوستان میں سیالاب سے ہونے والے تقصان کا سالانہ اندازہ 14 کروڑ سے 75 کروڑ ڈالر تک ہے۔

بڑی صنعتوں کے بنیادی وسائل محدود ہوتے جا رہے ہیں کیونکہ جنگل تیزی کے ساتھ کم ہو رہے ہیں اور ساحلی علاقوں میں ہونے والی ماہی گیری آلو دگی کا شکار ہے۔ اگر جنگل کاٹنے کی یہی رفتار ہی تو اس صدی کے آخر تک پیداواری جنگلوں کا رقبہ آدھا رہا جائے گا۔ اندازہ لگایا گیا ہے کہ گرم ملکوں کے گھنے جنگلات (جو کہ ارض کا ماحول صاف رکھنے اور زمین کی روئیدگی برقرار رکھنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہیں) دو کروڑ ستر لاکھ ایکٹر سالانہ کے حساب سے کاٹے جا رہے ہیں۔ گویا ایک منٹ میں پچاس ایکٹر جنگل کاٹ دیئے جاتے ہیں۔ اس شرح سے 85 سال میں گرم ملکوں کے سارے جنگل روئے زمین سے نیست و نابود ہو جائیں گے۔ یہ گھنے جنگل بکساں نہیں ہیں اور ان کے کاٹے جانے کا تناسب بھی ایک جیسا نہیں ہے۔ ان جنگلات میں سب سے زیادہ زرخیز اور قیمتی جنگل زیریں علاقوں میں ہیں۔ یہ جنگل نہایت تیزی کے ساتھ ختم کئے جا رہے ہیں۔ مغربی افریقہ اور ملائیشیا، انڈونیشیا اور فلپائن کے زیریں جنگلوں کا تو اس صدی کے آخر تک زندہ رہنا